ترکی: سیکولرازم کے بچاؤ کے لیے آخری وار کی تیاری

مسلم سجاد

ترکی میں نجم الدین اربکان اور تانسو چلر کی مخلوط حکومت کو ابھی آٹھ ماہ بھی پورے نہیں ہوئے ہیں کہ سیکولرازم کے محافظ فوجی جنرلوں کا پیمانہ صبر لبریز ہو رہا ہے۔ حکومت اس لیے قائم کرنے دی گئی تھی کہ زیادہ عرصے نہ چلے گی لیکن اب مستحکم ہوتی نظر آ رہی ہے تو خطرے کی گھنٹیاں سب طرف بج رہی ہیں۔ جنرلوں کا خیال تھا کہ اربکان انقلابی راستے پر چلیں گے اور جلد ہی وہ حکومت کو برطرف کرنے اور رفاہ پارٹی پر پابندی لگانے کی پوزیشن میں ہوں گے۔ لیکن اربکان ان کی توقعات پر پورے نہیں اترے۔ ان کی توجہ معیشت کی اصلاح' عوام کے مسائل کے حل اور ترکی کو دنیا میں اس کا جائز مقام دلانے پر رہی اور یہ سب کچھ وہ دستور کی حدود کے اندر رہ کر کرتے رہے۔ ان کی اعتدال پسندی ہی ان کے لیے خطرہ بن گئی ہے۔ جنرلوں کو امید تھی کہ چلر کی ٹرو پاتھ پارٹی اور رفاہ کا ساتھ عارضی ثابت ہو گا۔ میڈیا کے سیکولر عناصر ایک طرف یہ مہم چلا رہے ہیں کہ اربکان اپنے انقلابی اسلامی ایجنڈے پر عمل نہیں کر رہے ہیں تاکہ اربکان کے حامی ان سے برگشتہ ہوں' اور دوسری طرف تانسو چلر کو غیرت دلا رہے ہیں کہ تم نے سیکولر نظریات کو فروخت کر دیا ہے اور اربکان کی غلام بن گئی ہو! لیکن مخلوط حکومت نہ صرف ابھی تک قائم ہے بلکہ چلر نے یہ اعلان کر کے ان سب کو حیرت اور صدمے سے دوچار کر دیا ہے کہ "یہ حکومت ۲۰۰۰ تک برسراقتدار رہے گی" اور "ہم رفاہ سے انتخابی اتحاد بھی کر سکتے ہیں"۔

۲۸ جون ۱۹۹۶ کو اقتدار سنبھالنے کے بعد سے' اربکان نہایت دانش مندی اور فراست سے اپنے لیے راستہ بنا رہے ہیں۔ امریکہ یا یورپی یونین سے سیاسی یا تجارتی تعلقات توڑنے کے بجائے' وہ ترکی سے دوستی کی دعوے دار مغربی حکومتوں سے برابری کی سطح پر بات کر رہے ہیں اور ان کے وعدے یاد دلا رہے ہیں۔ ترکی نے اپریل ۸۷ میں یورپی یونین کی مکمل رکنیت کی درخواست دی تھی لیکن اس کا نام ابھی تک اس فہرست میں نہیں آیا ہے جن کو رکنیت دینا متوقع ہے۔ ترکی ناٹو کا ممبر ہے لیکن یورپی ممالک اسے اپنی برادری میں شامل کرنے پر آمادہ نہیں ہیں۔ ہالینڈ کے وزیر خارجہ ہانس وانس مرلو (Hans Vans Mierlo) نے یورپی پارلیمنٹ میں تقریر کرتے

ہوئے گذشتہ ماہ بات بالکل صاف کر دی کہ "اب وقت آگیا ہے کہ ہم دیانت دار بنیں، اور اپنے پڑوسی اور ناٹو کے حلیف ترکی کو بتا دیں کہ اسے یورپی یونین میں داخلہ کیوں نہیں مل سکتا؟" یہ ایک ان کہا سوال ہے۔ کوئی بھی اسے کھل کر نہیں کہنا چاہتا۔ "مسئلہ ترکی کا ایک بڑی مسلمان مملکت ہونا ہے"۔ وزیر خارجہ نے کہا، "کیا ہم اس (بڑی مسلم مملکت) کو یورپ میں چاہتے ہیں؟"۔ وزیر خارجہ کی یہ بات سب ہی کے دل کی آواز تھی۔ ترکی کتنا ہی سیکولر ہو، مسلمان ہے، یورپ عیسائی براعظم ہے۔ ان کے یورپ کے نقشے میں ترکی بہرحال نہیں ہے۔ ۱۴ دسمبر ۹۶ کو ڈبلن میں یورپی یونین کی سہ روزہ سربراہ کانفرنس کے اختتام پر ہونے والے عشائیے میں اربکان کو مدعو کیا گیا تھا جس میں شرکت سے انھوں نے یہ کہہ کر معذرت کی: "مجھے آپ کے ساتھ کھانا کھانے میں بڑی مسرت ہو اگر آپ اور آپ کے دوست ہمارے ساتھ **equal European partner** کی حیثیت سے گفتگو کرنے کے لیے تیار ہوں"۔ دراصل یورپ ترکی کو نہ جواب دینا چاہتا ہے، نہ قبول کرنا ہے، اسے فائدہ اسے انتظار میں رکھنے میں ہے تاکہ وہ یورپ کے باہر حلقہ اثر تلاش نہ کرے۔ وہ اسے نظرانداز بھی نہیں کر سکتا۔

یورپی پارلیمنٹ نے ۱۴۹ کے مقابلے میں ۳۴۹ ووٹوں سے ۳۱ دسمبر ۹۵ کو ترکی کی یورپی کسٹمز یونین کی رکنیت یہ جتا کر منظور کی کہ یہ وہ ترکی کو "اسلام کے اثرات سے بچانے کے لیے بوجھل دل کے ساتھ" کر رہے ہیں۔ اس وقت کی وزیراعظم چلر اسی پر ممبر ممالک، امریکہ اور اسرائیل کی احسان مند ہوئیں۔ ان کا خیال تھا کہ اسی طرح یورپی یونین کی مکمل ممبرشپ کی راہ ہموار ہو رہی ہے۔ حالانکہ جنوری سے نومبر ۹۶ تک گیارہ مہینوں میں اسی کی وجہ سے مخلوط حکومت کو ترکی کی ٹیکس کی آمدنی میں پانچ ارب ڈالر کی کمی ہوئی، اور یورپی برادری کے ممالک سے تجارت میں مزید پانچ ارب ڈالر کا نقصان ہوا۔ اب اربکان کا کہنا ہے کہ "ہم یورپی یونین میں داخلے کی بھیک مانگنے نہیں جائیں گے۔ اگر وہ چاہتے ہیں تو ہم کو قبول کریں اور اگر نہیں چاہتے تو نہ کریں۔ ہم ایشیا اور افریقہ کے ممالک سے تعلقات کو ترجیح دیتے ہیں"۔

وزیراعظم بننے کے بعد، اربکان نے، الجزائر سے انڈونیشیا تک ۸۰ کروڑ افراد کی اقتصادی برادری منظم کرنے کے لیے عملی اقدامات کیے ہیں۔ انھوں نے ان ممالک کے دورے کیے اور انھیں دنیا کے نئے نظام میں اپنا مقام حاصل کرنے کی حکمت عملی اختیار کرنے پر ابھارا۔ ان کی دعوت پر ۴-۵ جنوری کو انقرہ میں انڈونیشیا، ملائشیا، پاکستان، بنگلہ دیش، ایران، مصر، نائیجیریا کے وزرا جمع ہوئے اور ترقی پذیر ممالک کا گروپ بنانے کا فیصلہ کیا۔ مستقبل کے لیے اس میں بڑے امکانات ہیں۔ یہ آٹھ ممالک (ڈی-۸) جی-۷ کے ساتھ پوری انسانیت کے لیے منصفانہ نظام کی ضمانت دے سکتے ہیں۔ مگر منصفانہ نظام کون چاہتا ہے؟ وہ تو ہرگز نہیں جو غیر منصفانہ نظام کے فائدے سمیٹ رہے ہیں۔ اس سال جون میں ان آٹھ ممالک کی سربراہ کانفرنس

متوقع ہے۔ اندیشہ ہے کہ اس سے پہلے ہی اربکان کی حکومت ختم کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ ان کا سب سے بڑا قصور اور گناہ غالباً یہی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ترکی نے اپنی مغرب نواز پالیسی میں کوئی بنیادی تبدیلی نہیں کی ہے۔ صرف یہ کیا ہے کہ ترکی کے اپنے مفاد میں کچھ اقدامات کیے ہیں۔ ترکی نے ایران کے ساتھ ۲۳ ارب ڈالر کی گیس خریدنے کا معاہدہ کیا ہے۔ یہ ٹینکر کے بجائے پائپ لائن کے ذریعے آنے سے ۳۰ فی صد بچت ہو گی۔ پائپ لائن کی تعمیر ایک ماہ میں شروع ہونے والی ہے۔ امریکہ کا موقف ہے کہ یہ ایران پر پابندیاں توڑنے کے مترادف ہے۔ عملاً کئی یورپی ممالک اور امریکی کمپنیاں بھی ایران کے ساتھ کاروبار کر رہی ہیں۔ ترکی نے نائیجریا، یمن اور مصر سے بھی گیس خریدنے کے معاہدے کیے ہیں۔ اسرائیل کو شکایت ہے کہ مصر سے کیوں خریدی جا رہی ہے۔

ایسا شاید صرف ترکی میں ہی ہو سکتا ہے کہ سیاسی حکومت کو مطلع کیے بغیر، ترک جنرل اسرائیل سے ہر طرح کے معاہدے کیے چلے جا رہے ہیں۔ حال ہی میں ترکی کے چیف آف جنرل اسٹاف جنرل حکی کارادائی (Hakki Karadayi) اسرائیل گئے اور ٹھیک اسی وقت بیت المقدس میں جو مظالم ہو رہے تھے، اس سے آنکھیں بند کر کے، ترکی اور اسرائیل کے "حقیقی اخلاقی اور جذباتی روابط" کو خراج تحسین پیش کیا۔ (ٹی آر ٹی ریڈیو، انقرہ، ۲۶ فروری ۹۷، گرینوچ مین ٹائم)

انھوں نے اسرائیل کے صدر، وزیراعظم سب سے ملاقاتیں کیں، لیکن ہر طرح کے اظہار وفاداری کے باوجود، اسرائیل کے اخبار Haaretz نے ۲۴ فروری کی اشاعت میں اس اندیشہ کا اظہار کیا کہ "اسرائیل میں یہ خطرہ محسوس کیا جاتا ہے کہ ترکی سے تعلقات تیسری دنیا کے ممالک کو معلومات منتقل ہونے کا سبب بنیں گے"۔

۲۷ فروری کو جنرل کارادائی اسرائیل سے واپس آئے اور ۲۸ فروری کو ترکی کی قومی سلامتی کونسل کا اجلاس ہوا۔ یہ کھلا راز ترکی میں اور مغرب میں سب پر ظاہر تھا کہ کونسل اربکان کو نوٹس دے گی کہ وہ اپنے بنیاد پرستانہ اقدامات کو روکیں، بصورت دیگر برطرف کرنے کے لیے اربکان کو مشتعل کر کے راستہ ہموار کیا جائے گا، اس میں ناکام ہونے پر اس میں بھی تکلف نہ کیا جائے گا کہ اسے کسی غیر خونی، اور ضروری ہو تو، خونی انقلاب کے ذریعے اقتدار سے ہٹا دیا جائے۔ چنانچہ اربکان کے ہاتھ میں ۲۴ نکاتی ایجنڈا دے دیا گیا اور یہ بھی مشہور ہو گیا کہ انھوں نے اپنے پروانے پر دستخط کر دیے ہیں۔

ترکی کے فوجی جنرل کن باتوں میں خطرے کی بو سونگھ رہے ہیں؟ شاید ہمیں ان پر ہنسی آئے لیکن یہ ادراک بھی ہو گا کہ اربکانؒ اور ترکی کے اسلام دوستوں کو کتنے فاصلے طے کرنے ہیں۔ ۱۔ ملازمت پیشہ خواتین

اور طالبات کو یہ اجازت کہ وہ چاہیں تو سروں پر اسکارف باندھیں۔ ۲۔ عیدالاضحیٰ کے موقع پر قربانی کی کھالیں قرآن اسکولوں کو دینا۔ ۳۔ استنبول کے علاقے تقسیم اور انقرہ کے ضلع سنکایا میں تعمیر مسجد کی تجویز۔ ۴۔ دفتری اوقات میں تبدیلی تاکہ لوگ جمعہ کی نماز ادا کر سکیں۔ رمضان میں اوقات کار میں وقفہ تاکہ لوگ روزہ افطار کر سکیں۔ ۵۔ مکہ مکرمہ تک ایک سپرہائی وے کی تعمیر تاکہ ترک کم خرچ پر سہولت سے فریضہ حج ادا کر سکیں اور راستے کے علاقوں سے تجارت میں اضافہ ہو۔ ۶۔ وزیراعظم کا مذہبی رہنماؤں کو دعوت افطار پر بلانا کیوں کہ مہمان اپنے روایتی لباسوں میں آئے اور اس طرح سرکاری لباس کی پابندی کی خلاف ورزی ہوئی۔

اسکارف کے مسئلے پر سیکولر لابی کی نمایندہ خواتین نے ایک مظاہرہ کیا جس کی تصاویر عالمی پریس میں (پاکستانی اخبارات میں بھی) شائع ہوئیں۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے اربکان نے کہا "جو لوگ اپنے کو نام نہاد سیکولرسٹ کہتے ہیں، مظاہرہ کرتے ہیں، اسکارف پر خطرے کا نشان بناتے ہیں، وہ اسے سیکولرازم کے حق میں مظاہرہ قرار دیتے ہیں لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے کیونکہ اس طرح اسکارف باندھنے والوں کو مسترد کیا جاتا ہے اور خارج کیا جاتا ہے۔ اسی طرح اسکارف باندھنے والیاں جمع ہوں، اور نہ باندھنے والوں کو دھمکیاں دیں، ان کی مذمت کریں، ان پر لعنت بھیجیں تو یہ بھی سیکولرازم کے خلاف ہو گا۔ سیکولرازم اس تضاد کی اجازت نہیں دیتا۔ اگر کچھ لوگ اب بھی سابق ری پبلک پارٹی کے نظریات رکھتے ہیں، تو ان کو، نہ کہ ترکی کو، بدلنا چاہیے۔ ان کا دور ختم ہو چکا ہے۔ نیا ترکی بیدار ہے۔ آپ جائیں اور شمار کریں۔ ہماری نوے فی صد خواتین سر ڈھانکتی ہیں۔ آپ کسی گاؤں یا ضلع میں پانچ ایسی عورتیں نہیں پائیں گے جو سر ننگا رکھتی ہوں، یہ ایک قوم کی روایت ہے، قومی لباس ہے، عقیدہ ہے۔ کیا آپ کے پاس کرنے کے لیے کوئی اور کام نہیں رہ گیا ہے۔ آپ لوگوں کے سر ڈھانکنے کے معاملات میں کیوں دخل دیتے ہیں؟ یہ غلط ہے، outdated، reactionary ہے۔ آپ fossils ہیں۔ آپ اس ذہنیت کو عام نہیں کر سکتے۔ اس لیے اس کے لیے خوامخواہ کوشش نہ کریں۔ آپ عوام سے نہیں لڑ سکتے۔ آپ عوام کے عقیدے اور ان کی تاریخ سے نہیں لڑ سکتے (۱۸ فروری ۹۷ء کو رفاہ کے اسمبلی ممبران سے خطاب کرتے ہوئے)۔

فروری میں ایک واقعہ اور ہو گیا۔ انقرہ کے قریب ایک قصبے سنکان میں رفاہ کی بلدیہ کے زیر اہتمام القدس کی شب منائی گئی۔ ایک ڈرامے میں القدس کی آزادی کے لیے جہاد کرنے والوں کو خراج تحسین پیش کیا گیا، ایرانی سفیر نے صیہونیت کے خلاف تقریر کی۔ فوجی ایوانوں میں اس سے بھی زلزلہ آ گیا۔ قصبے کی سڑکوں پر تیس ٹینکوں اور فوجی گاڑیوں نے مارچ کیا تاکہ لوگوں کو حقائق کا احساس دلایا جائے۔ میئر باقر یلدز پر فرد جرم عاید کر دی گئی، ایرانی سفیر از خود واپس چلے گئے۔

جب ترکی میں انتخابات کے نتائج آئے اور رفاہ پارٹی کے حکومت بنانے کے امکانات پیدا ہوئے تو

اسرائیل کی جانب سے اس اعتماد کا اظہار کیا گیا تھا کہ صدر سلیمان ڈیمرل' جو فری میسن ہیں' اور فوجی جنرل ایسا نہ ہونے دیں گے۔ اب ۸ ماہ بعد اسرائیل اور مغربی ممالک یہ چاہتے ہیں کہ کسی بھی طرح اس حکومت سے نجات حاصل کی جائے۔ چلر نے انکشاف کیا کہ ترکی میں حکومت قائم ہوتے ہوئے بھی' مسعود یلماز نے مدر لینڈ پارٹی کی جانب سے کسی شرط کے بغیر حکومت بنانے کی پیشکش کی ہے' یعنی چلر وزیراعظم ہو جائیں۔ لیکن چلر یہ سمجھتی ہیں کہ موجودہ موقع ترکی تاریخ کا وہ موقع ہے کہ آٹھ دس سال کی مستحکم حکومت سے ملک مسائل کے گرداب سے نکل آئے۔ مسعود یلماز ناقابل اعتبار شخصیت ہیں جب کہ رفاہ کے ساتھ ان کا تجربہ خوشگوار رہا ہے۔ دوسری طرف نیشنلسٹ موومنٹ پارٹی کے لیڈر ارسلان ترکیز' آج کل کسی کے اشارے پر' ان کوششوں میں ہیں کہ چلر کی پارٹی کے لوگوں کو رفاہ کا ساتھ چھوڑنے پر آمادہ کریں۔ اپنی سادگی میں وہ کل کہانی ایک ممبرپارلیمنٹ سے جسے وہ مدرلینڈ کا سمجھے تھے' جب کہ وہ رفاہ کا تھا' کہہ گئے۔ لیکن جیساکہ رفاہ کے ایک ممبرپارلیمنٹ کرم اوغلو نے کہاکہ یہ مخلوط حکومت جاری رہے گی کیونکہ یہ 'حلال شادی' ہے۔

سیکولرازم میں جمہوریت اور رواداری کا بڑا پرچار کیا جاتا ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ترکی میں سیکولرازم' تنگ نظری' تشدد اور عدم رواداری کا نام ہے۔ اربکان کی پالیسیوں سے ترک سیکولرازم کا حقیقی چہرہ' دنیا کے سامنے اور ترک عوام کے سامنے کھل کر آگیا ہے۔ مجھے آج سے ۴۲ سال پہلے کے طلبہ کے رسالے اسٹوڈنٹس وائس کی ایک سرخی یاد آتی ہے: These Western Mullahs' یعنی تنگ نظری کا الزام تو ملاؤں پر ہے جب کہ حقیقتاً اس مفہوم میں یہ خود ملا ہیں کہ دوسرے کی برداشت نہیں ہے۔ جمہوریت کے دعویدار ہیں' لیکن صرف وہ جمہوریت جس میں ان کا اقتدار رہے۔ الجیریا کی کیا کہانی ہے۔ مصر میں کیا ہو رہا ہے۔ کیوں نہیں ان ممالک میں بلکہ تمام ممالک میں عوام کی مرضی کو بروئے کار آنے کا موقع دے کر جمہوریت کا بول بولا کیا جاتا۔

ترکی کی اہمیت محتاج بیان نہیں' نہایت اہم ملک ہے' مغرب اسے بخوبی محسوس کرتا ہے۔ دی ٹائمز لندن نے ۱۳ جنوری ۱۹۹۷ کو اپنے اداریے Athens and Ankara: The Eastern Question has returned, dangerous and complex. میں لکھا: ترک حکومت کے اسلامی وزیراعظم نجم الدین اربکان مغربی ساتھیوں کے کسی طرح کے دباؤ میں آنے کے موڈ میں نظر نہیں آتے۔ ترکی کو نہایت اہم اسٹرے ٹیجک مقام حاصل ہے۔ شرق اوسط' روس اور وسط ایشیا تک اس کی پہنچ ہے۔ اس کی فوجی اور اقتصادی طاقت قابل لحاظ ہے لیکن یہ خود اپنی پیدا کردہ سیاسی خراب صورت حال اور روحانی امراض میں گرفتار ہے۔ اس کے یورپی اور امریکی ساتھیوں نے انقرہ سے اپنے تعلقات از سرنو استوار کرنے

کے لیے کوئی مربوط حکمت عملی نہیں اپنائی ہے۔ اپنی تمام تر سیاسی پیچیدگی اور خطرات کے ساتھ Eastern Question دوبارہ سامنے آ رہا ہے۔

ترکی خلافت عثمانیہ کا جانشین ہے۔ احیاے اسلام کی لہریں ترکی معاشرے میں تموج پیدا کر چکی ہیں۔ سیکولرازم کے محافظ اپنے جزیرے میں اپنی بقا کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ شاید یہ خود اپنی تاریخ سے واقف نہیں ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اربکان کو ہٹا کر یا رفاہ پر پابندی لگا کر وہ ترکی کے اسلامی تشخص کو مٹا سکتے ہیں لیکن اسلام اربکان یا رفاہ کے ساتھ وابستہ نہیں ہے۔ اسلام' اربکان اور رفاہ پیدا کرتا رہے گا۔ کاش وہ محسوس کریں کہ ترکی نام نہاد سیکولرازم کی کتنی قیمت ادا کر چکا ہے! امت مسلمہ کے قائد سے یورپ کے اچھوت ملک تک! اگر آج فوج کے جنرل اپنے عوام کے ساتھ آئیں تو ملک و ملت کی بہتری ہے' دشمنوں کے ہاتھ میں کھیل کر' الجیریا کی طرح خانہ جنگی کی صورت پیدا کرنا' ترکی کے مستقبل کے لیے کوئی نیک فال نہیں۔

ان کے سرپرستوں کو بھی اب سمجھنا چاہیے کہ زمانے کی رت بدل رہی ہے۔ ان کی رواداری' جمہوریت' آزادی' انسانی حقوق کے تصورات کا تقاضا ہے کہ وہ ترک معاشرے کے تاریخی کردار ادا کرنے دیں' نہ بنیں' نہ صرف ترک معاشرے کو بلکہ تمام مسلم معاشروں کو بھی آزادی اور جمہوریت کی نعمتوں سے فیض یاب ہونے دیں۔ ان کے گماشتے یہاں اپنے عوام پر ظلم کرنے' حقوق سے محروم کرنے اور ان کی مرضی کے خلاف معاملات چلانے کے بجائے' اپنی تقدیر' اپنے ملک اور عوام کے ساتھ وابستہ کریں۔

(ماہنامہ امپیکٹ لندن' مارچ ۹۷ سے ماخوذ)

خرم مرادؒ کی وصیت

کتابی شکل میں دستیاب ہے

قیمت: ۵۰/۷ روپے فی سیکڑہ: ۵۰۰ روپے

ادائیگی نقد یا ڈرافٹ --- ڈاک خرچ بذمہ خریدار

منشورات' منصورہ' لاہور ۵۴۵۷۰ - فیکس: ۷۸۳۲۱۹۴/ ۰۴۲